رسمِ قرآنی کا نظریہ توقیف —— ایک جائزہ

حافظ محمد سمیع اللہ

حقیقت یہ ہے کہ رسم عثمانی کے امتیاز کی بنیادی وجہ اس کے وہ اختلافات ہیں جو رسمِ قیاسی و املائی کے مقابلہ میں منقول ہیں۔ بالفاظِ دیگر انہی اختلافات نے رسمِ قرآنی اور رسمِ قیاسی کے راستے جدا جدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ چنانچہ جب دونوں طریقہ ہائے کتابت میں فرق اور اختلاف ظاہر ہوا تو ان کی تحقیق وتفتیش ایک لازمی امر تھا۔ نتیجتاً یہ بحث پیدا ہوئی کہ کیا رسمِ قرآنی منجانب اللہ ہے؟ اور کیا رسول اللہ ﷺ نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ ایک کلمہ قرآن مجید میں کسی حرف کے حذف اور دوسرے مقام پر کسی حرف کی زیادتی کے ساتھ لکھا جائے؟ اس بحث کا دوسرا زاویہ نگاہ یہ تھا کہ اہلِ عرب چونکہ اپنے رسم الخط کے لحاظ سے ارتقائی دور میں تھے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے اس وقت کے رائج رسم کے ساتھ ہی قرآن کی کتابت کی۔ بالفاظِ دیگر عرب میں یہ رواج تھا کہ وہ بسا اوقات کسی کلمہ سے کوئی حرف حذف یا زیادہ کر دیتے تھے۔ دریں اثناء علماء نے کسی ایک راستہ کی افضلیت وفوقیت کی وجوہ تلاش کرنا شروع کیں جس سے رسم عثمانی کے توقیفی یا غیر توقیفی ہونے کے بارے میں ایک مستقل بحث معرضِ وجود میں آئی۔

متأخرین علماء میں مناع القطان (۱)، طاہر بن عبد القادر الکردیؒ (۲)، عبد الوہاب حمودہ (۳)، ڈاکٹر غانم قدّوری الحمد (۴) اور حافظ احمد یارؒ (۵) وغیرہم نے رسمِ عثمانی کے غیر توقیفی ہونے کے موقف کو اختیار کیا ہے۔

اس نظریہ اور موقف کی بنیاد علامہ ابن خلدون کا وہ اقتباس ہے جو انہوں نے مقدمہ میں ذکر

کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

’’ولا تلتفتن فی ذلک إلی ما یزعمه بعض المغفلين من أنهم كانوا محكمين لصناعة الخط، وأن ما يتخيل من مخالفة خطوطهم لأصول الرسم ليس كما يتخيل ، بل لكلها وجه ... الخ‘‘ (٦)

اس کے علاوہ اس نظریہ میں دلیل کے طور پر پیش کیا جانے والا القاضی ابوبکر الباقلانیؒ کا حسب ذیل اقتباس ہے:

’’وأما الكتابة فلم يفرض الله على الأمة فيها شيئا ، إذ لم يأخذ على كتاب القرآن و خطاط المصاحف رسماً بعينه دون غيره أو جبه عليهم وترک ما عداه ، إذ وجوب ذلک لا یدرک إلا بالسمع والتوقيف. وليس في نصوص الكتاب ولا مفهومه أن رسم القرآن و ضبطه لا يجوز إلا على وجه مخصوص وجد محدود لا يجوز تجاوزه، ...‘‘(٧)

یعنی اللہ تعالیٰ نے کتابت میں سے کوئی چیز امت پر فرض نہیں فرمائی اسی لیے قرآن کو لکھنے والے اور مصاحف کے خطاطین نے کسی معین رسم کو اختیار نہیں کیا۔ کیونکہ کسی رسم کا وجوب سماعی وتوقیفی ہے اور نہ ہی کتاب اللہ کی کسی نص سے ثابت ہے۔ اس کے علاوہ کسی نص سے یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ قرآنی رسم اور اس کی پابندی کسی مخصوص جہت پر لازمی ہے۔

لیکن قرآنی رسم کو توقیفی اور منجانب اللہ ماننے سے قرآن کے متعلق اعتراضات کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے لہٰذا جمہور علماءِ سلف کے اقوال کے علاوہ رسول اللہ ﷺ سے رسم قرآن (عثمانی) کے ثبوت اور فقہی اصولوں کی روشنی میں رسمِ عثمانی کے توقیفی ہونے پر دلائل پیشِ خدمت ہیں۔

رسم عثمانی کا نظریہ توقیف

’توقیف‘ وقف سے ہے بمعنی ٹھہراؤ۔ یعنی اوضاعِ رسمی کا موجد کوئی کاتب وحی نہیں۔ یا یہ لفظ ’وقوف‘ بمعنی شعور وتعلیم سے ہے یعنی یہ تمام رسم امر مشروع ہے۔ شارع علیہ السلام ﷺ کی تعلیم وتربیت کے نتیجہ

میں ہے۔(۸) جمہور علماء رسم وقراءات اور فقہاءِ اسلام کا موقف یہ ہے کہ رسمِ عثمانی توقیفی ہے یعنی اس کے کلمات کی ہیئت وکیفیت رسول اللہ ﷺ سے توقیفاً ثابت ہے۔ ڈاکٹر لبیب السعید توقیف کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''أنه يتوقف على السماع من رسول الله ﷺ وليس للعقل فيه مجال''(۹)

علامہ طاش کبریٰ زادہ رسم کی توقیفیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''وما زال هذا الرسم سنة متبعة إلى يومنا هذا ، وإلى أن يرث الله الأرض و من عليها لا يخضع للتغيير أو التبديل و ذلك لأن رسوم الهجاء تتغير جرياً على سنة التطور، وتختلف في تغيرها من زمن إلى زمن بل من شعب إلى شعب، فصيانة لكتاب الله من عبث العابثين، و إغلاقا لباب التغير فيه ، و إحداث ما ليس من أصبح هذا الرسم العثمانى مقدساً لا يمس''(۱۰)

صفحہ ہستی پر کلام اللہ کا آغازِ نزول بھی اس عقدہ کو حل کرنے کے لیے مددگار ثابت ہوتا ہے جب اول ترین وحی ہی علم وقلم کے دستور وقانون کے ساتھ نازل ہوئی۔ چنانچہ اسی بنیاد پر ابن فارس رسم کے توقیفی اور منجانب اللہ ہونے کے دعویدار ہیں:

''نقوله ان الخط توقيفى لقوله تعالىٰ: ﴿علم بالقلم علم الانسان ما لم يعلم﴾ وقال تعالى : ﴿نٓ والقلم وما يسطرون﴾ ''(۱۱)

قاری اظہار احمد التھانوی نور اللہ مرقدہٗ لکھتے ہیں:

''معلوم ہوتا ہے کہ نوشت وخواند تمام پیغمبروں کا عمل رہا ہے، اس میں حضرت ادریس یا حضرت ہود، یا حضرت آدم علیہم السلام ہی کی خصوصیت نہیں لہٰذا علماءِ روایت کا یہ کہنا: ''القرآن قد كتب كله بامره و املائه ﷺ'' (قرآن مجید آپ ﷺ کے حکم سے اور املاء کرانے سے مرتب ہوا ہے) کوئی تعبیر مجازی نہیں، سیدھا صاف مطلب یہ ہے کہ ہر لفظ

آپ ﷺ کے حکم سے لکھا گیا اور اس کے رسم و انشاء بھی آپ کے فرمان سے ہوئی‘‘۔(۱۲)

علامہ شیخ محمد بخیت اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

’’قرآن کا رسم الخط کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی ہدایت کے مطابق ہے لہٰذا توقیفی ہے‘‘ (۱۳)

.....رسول اللہ ﷺ کی طرف سے رسمِ قرآنی کا تقرر

مسلمانوں کے لیے رسمِ قرآنی کا بطور ماثور التزام ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ اپنی موجودگی میں کاتبین کو وحی املاء کرواتے تھے۔ گویا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسی رسم کو نافذ فرمایا ہے۔ یہ بات طے ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں پورے قرآن مجید کی کتابت کی۔ لہٰذا سنتِ تقریری کے ذریعے اس رسمِ قرآنی کا ثبوت ظاہر ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر لبیب السعید رسم عثمانی کے توقیفی ہونے کے متعلق رقمطراز ہیں:

’’وللمسلمین فی وجوب التمسک بالرسم القرآنی المأثور حجج.....أن لنبی ﷺ کان له کتاب یکتبون الوحی، و بحضرته کتبوه کله بهذا الرسم ....وکأن النبی ﷺ قد أقر هذا الرسم‘‘(۱۴)

علامہ ابو طاہر السندیؒ رسم کی توقیفیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’إن هذا الرسم الذی کتب به الصحابة القرآن الکریم حظي بإقرار الرسول الله ﷺ وإتباع الرسول ﷺ واجب علی الأمة‘‘(۱۵)

یعنی رسول اللہ ﷺ کے تقرر کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے اسی رسم میں قرآن مجید کی کتابت کی اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع امت پر واجب ہے۔

حضرت احمد بن مبارکؒ کا اپنے شیخ علامہ عبدالعزیز دباغؒ سے رسمِ قرآنی کی توقیفیت کی بابت سوال اور ان کا جواب کچھ اس طرح ہے:

’’میں نے دریافت کیا کہ کلام اللہ کی اس طریق پر کتابت کا صدور (کہ بعض حروف کو باوجودیکہ پڑھا نہیں جاتا مگر لکھا جاتا ہے) آنحضرت ﷺ کی طرف سے ہوا ہے یا

حضراتِ صحابہؓ کی طرف سے؟ فرمایا: آنحضرت ﷺ کی طرف سے ہوا کہ آپ نے صحابہ کرامؓ کو اسی طریق پر قرآن مجید لکھنے کا حکم فرمایا .... قرآن مجید کا یہ رسم الخط توقیفی ہے اور بارگاہِ نبوت سے اس کی تعیین ہوئی ہے، نہ حضرات صحابہؓ سے اس میں بال برابر دخل ہے نہ کسی اور کا۔ اور آنحضرت ﷺ ہی نے امر فرمایا کہ فلاں کلمہ میں فلاں حرف کا اضافہ ہوا اور فلاں کلمہ میں حرف کی کمی۔ کہ اس اضافہ و کمی میں وہ اسرار پوشیدہ ہیں جن تک عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی'' (۱۶)

ایک اور استفسار کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پھر میں نے عرض کیا کہ مانا قرآن مجید کا رسم الخط توقیفی ہے مگر مخالف یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر قیاسی رسم پر قرآن مجید کو لکھا جائے اور مثلاً الف زائدہ کو حذف کر دیا جائے تو آخر اس میں حرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کلام اللہ میں بہت کچھ اسرار ہیں اور کتابت کو بھی ان اسرار میں دخل ہے۔ لہٰذا جس نے توقیفی رسم کے موافق الف زائدہ وغیرہ کو قائم رکھتے ہوئے الفاظِ قرآنی لکھے تو اس نے اسرارِ کلام الٰہیہ کا حق ادا کیا اور جس نے اس کو چھوڑ کر قیاسی رسم کے موافق الفاظ لکھے تو اس نے بعض اسرار کو چھوڑ دیا اور ایسا ہوا گویا کہ اپنی طرف سے الفاظ لکھ رہا ہے نہ کہ وہ الفاظ'' (۱۷)

ایک جگہ رقمطراز ہیں:

''میں نے کہا کہ اگر یہ رسم الخط توقیفی ہے اور بذریعہ وحی کے مامور ہے تو الفاظ قرآن کی طرح یہ بھی بطریق تواتر منقول ہونا چاہیے تاکہ نہ اختلاف باقی رہے اور نہ شک وشبہ۔ حالانکہ اس فن کی تمام کتابوں سے ثبوت ملتا ہے کہ رسم الخط خبرِ واحد کے ذریعہ منقول ہے اور اسی لیے اس میں اختلاف بھی ہوا، ورنہ کیسے ممکن ہے کہ امت محمدیہ وحی الٰہی کا ذرا سا حصہ بھی ضائع کرے؟ فرمایا: امت نے وحی الٰہی کو بال برابر بھی ضائع نہیں کیا اور الحمدللہ قرآن مجید بلحاظ الفاظ اور بلحاظ رسم الخط ہر طرح محفوظ ہے کہ اہل عرفان نے جن کو عینی

مشاہدہ کی بصیرت حاصل ہے رسم الخط کو محفوظ رکھا (اور لوحِ محفوظ کی کتابت سے) با برابر بھی فرق نہ آنے دیا اور ان کا ادراک جو مشاہدہ و معائنہ سے حاصل ہوا ہے، خبر واحد سے بدر جہا بڑھا ہوا ہے"(۱۸)

احمد کمال عادل نے بھی رسم عثمانی کے توقیفی ہونے پر عمدہ بحث رقم کی ہے۔ خلاصہ کے طور پر لکھتے ہیں:

"فخلاصة القول: أن الرسم العثمانی ظفر بإقرار الرسول وإجماع الصحابة ثم إجماع الأمة والأئمة المجتهدين و أجمعت الأربعة علی ذلک ، وبه قال النیسابوری والبیهقی "(۱۹)

بعض علماء نے ایسی روایات بھی نقل کی ہیں جن میں یہ وضاحت ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرامؓ کو کتابت کے طرق اور اس کی تحسین کے ذرائع سکھاتے تھے:

"بل هناک ما یدل علی أنه ﷺ کان یرشدهم إلی طریقة الکتابة و من ذلک قوله ﷺ لمعاویة بن ابی سفیان رضی الله عنهما: (ألق الدواة ، و حرف القلم، وانصب الباء ، وفرق السین، ولا تعور المیم، و حسن الله، ومد الرحمن، وجود الرحیم، وضع قلمک علی أذنک الیسری ، فإنه أذکر لک)(۲۰) وهذا یدل علی أن الرسم توقیفی، ولیس للصحابة فیه اجتهاد، فیجب علی الأمة اتباعه وعدم مخالفته"(۲۱)

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ امی ہونے کی وجہ سے قراءۃ و کتابت سے ناواقف تھے تو رسم قرآنی کے ضمن میں رسول اللہ کی امیت سے استدلال کسی طرح بھی درست نہیں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو وہی قرآن عطا فرمایا جو کہ لوحِ محفوظ میں مرقوم و مرسوم ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ کو فقط حفظاً تو قرآن دے دیا جائے لیکن اس کے رسم و کتابت سے رسول اللہ ﷺ ناآشنا رہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی امیت کے بارے میں علامہ ابن خلف الحسینی رقمطراز

ہیں:

''فمن جهة الفتح الرباني: کان النبی ﷺ یعرف القراء ة والکتابة و یعرف أکثر منهما''(۲۲)

ابن خلف کے علاوہ علامہ بغویؒ، ابوذر ہرویؒ، ابوالفتح نیشاپوریؒ، ابوالولید باجیؒ، اور سمنانیؒ کی بھی یہی رائے ہے کہ رسول اللہ ﷺ قبل از بعثت نوشت و خواند سے واقف نہیں تھے لیکن بعد از بعثت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو واقفیت عطا فرمائی۔ (۲۳)

اشارۃ النص سے رسم عثمانی کے توقیفی ہونے کا ثبوت

اصولیین کے نزدیک کسی بھی حکم منصوص کی چار وجوہ ہیں:

اوّلاً: اس پر قرآن یا حدیث کی واضح عبارت موجود ہو۔

ثانیاً: اس عبارت سے کوئی ایسا اشارہ ملے جس سے اس حکم کا ثبوت لازم آئے۔

ثالثاً: کوئی نص اس حکم پر دلالت کرے۔

رابعاً: نص، ثابت حکم کی صحت کا تقاضا کرے۔

انہی چار وجوہ کو بالترتیب عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص کہا جاتا ہے۔ جو کہ متعلقاتِ نصوص بھی کہلاتی ہیں۔ جن کی تعریف و توضیح کتب اصول فقہ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

نظام الدین الشاشی عبارۃ النص اور اشارۃ النص کی تعریفات میں لکھتے ہیں:

''فأما عبارة النص فهو ما سیق الکلام لأجله و أُرید به قصداً، و أما اشارة النص فهي ما ثبت بنظم النص من غیر زیادة و هو غیر ظاهر من کل وجه و لا سیق الکلام لأجله''(۲۴)

عبارۃ النص اسے کہتے ہیں کہ جس سے یہ بات ظاہر ہو جائے کہ اس کلام کا مقصود کیا ہے اور یہ کلام کیوں کیا گیا ہے؟ اور یہ غرض اشارۃً معلوم نہ ہو بلکہ صراحۃً اور قصداً معلوم ہو رہی ہو اور یہ صفت تمام نصوص میں پائی جاتی ہے۔ اشارۃ النص اسے کہتے ہیں کہ الفاظِ نص سے ایک شے اشارۃً مفہوم

ہوتی ہو اور متکلم نے اس کے بیان کرنے کا قصد نہ کیا ہو لیکن اس لحاظ سے کہ وہ مفہوم خود بخود ظاہر ہے اسے ظاہر کہیں گے۔ لیکن چونکہ یہ مقصود متکلم نہ تھا اس لیے وہ غیر ظاہری بھی ہے۔ بعینہٖ اس طرح کہ ایک شخص دوسرے شخص کو دیکھتا ہے، جس کی اس کو تلاش تھی لیکن اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی کھڑا ہے، یہ اسے بھی دیکھ لیتا ہے۔ اول کا دیکھنا مقصود بالذات تھا جو عبارۃ النص ہے اور دوسرے کو دیکھنا مقصود بالذات تو نہ تھا لیکن دیکھنے سے وہ بھی خارج نہ رہا، یہ اشارۃ النص ہوا۔ (۲۵)

قراءات کے منزل من اللہ ہونے میں اہلِ اسلام کے کسی مستند امام یا فقیہ کا اختلاف منقول نہیں۔ باجماع فقہاء قراءات کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے کیونکہ جملہ متواتر قراءات منصوص ہیں۔

قراءات منجانب اللہ منصوص ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے بلحاظِ تواتر، شہر یا صحت ثابت ہیں۔

قرآنی رسم میں کوئی ایسا لفظ یا کلمہ موجود نہیں جس میں ایک سے زائد قراءات کا احتمال موجود ہو اور صحابہ ؓ نے اس قراءۃ کو اس رسم میں جمع نہ کیا ہو۔ قرآن کے پورے ذخیرۂ الفاظ میں اس کی ایک مثال کا ملنا بھی مشکل ہے۔ اس کا واضح مطلب ہے کہ جن الفاظ قرآنی کے رسم میں قراءات کا اجتماع ہوا وہ الفاظ درست ہیں اور ان کا ایسا ہونا ہی ثابت ہے، مثلاً لفظ ملک کو مالک لکھا جاتا تو اس سے متواتر قراءۃ ملک متروک ہوتی لیکن اب یہ قراءۃ اس رسم میں جمع ہے تو گویا قراءۃ کا تواتر اور اس کی سند رسم عثمانی کی صحت کی تائید کر رہی ہے بالفاظ دیگر قرآنی کلمات کے رسم کے صحیح ہونے کی بھی وہی سند ہے جو صحت قراءات کی ہے۔ جیسا کہ علامہ کردیؒ جو کہ رسم عثمانی توقیفیت کے زبردست مخالف ہیں، بھی لکھتے ہیں:

''فالقراءات مأخوذة من النبی ﷺ مشافهة و سماعاً وليست مستخرجة من رسم المصحف، بل الرسم تابع لها مبنی عليها''(۲۶)

یعنی قراءات رسم سے مستخرج ہونے کی بجائے رسول اللہ ﷺ سے مشافہۃً ثابت اور مسموع ہیں، بلکہ رسم قراءات کے تابع ہے اور قراءات پر مبنی ہے۔

جب رسم عثمانی قراءات کے تابع ہے تو متبوع کی تائید سے تابع کی تائید لازم آتی ہے یعنی اگر متبوع سنداً رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے تو تابع کا ثبوت بھی بعینہٖ ہوگا۔ چنانچہ وہ تمام کلمات والفاظ

جن میں ایک سے زائد قراءات کا اجتماع ہے وہ بلحاظ رسم، تائید اُدرست قرار پائیں گے اور جب رسم کا ایک حصہ اس طرح صحیح اور درست قرار پاتا ہے تو منصوص کہا جا سکتا ہے جبکہ منصوص حکم کے دیگر اجزاء بھی منصوص قرار پاتے ہیں چنانچہ اس بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ قراءات عبارۃ النص جبکہ رسم قرآن اشارۃ النص سے ثابت ہے جو کہ رسم عثمانی کے دلائل توقیف میں سب سے مضبوط دلیل ہے۔

دور صدیقی وعثمانی میں عہد نبوی کے مطابق رسم قرآنی کا انتخاب

رسول اللہ ﷺ نے جس انداز اور رسم میں قرآن کی املاء کروائی، صحابہ کرامؓ کا اس کے خلاف کوئی دوسرا رسم اختیار کرنا ناممکن ہے۔ کیونکہ اگر رسم قرآن میں حذف وزیادت کی بابت یہ خیال کیا جائے کہ صحابہ کرامؓ کا اختراع کردہ ہے تو اس سے بین الدفتین مجموعہ قرآن مشکوک ٹھہرتا ہے اور اس کا مطلب ہے کہ صحابہ کرامؓ نے بذریعہ وحی منزل من اللہ قران میں اس چیز کو شامل کیا جو وحی سے ثابت نہیں۔ اس رائے اور موقف سے نہ صرف التباس فی القرآن لازم آتا ہے بلکہ پوری عمارتِ اسلام کی بنیاد ہی غیر مستند اور مشکوک ٹھہرتی ہے۔

علامہ محمد بن علی بن خلف الحسینیؒ اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''أن أبا بكر كتب القرآن بهذه الهيئة، في صحف، بإشراك الصحابة ورضاهم، ولم يخالفها أحد منهم، و تبعه عثمان، على ملأمن الصحابة، و برضاهم ايضاً، ثم لم ينقل أن أحد من التابعين و تابعيهم رأى أن يستبدل في العصور التي تقدمت فيها طرائق الكتابة بالرسم العثماني رسماً محدثاً. و ما دام قد انعقد الإجماع على تلك الرسوم فلا يجوز العدول عنها إلى غيرها، إذ لا يجوز خرق الإجماع بوجه.... ولئن جوزنا لصحابي أن يزيد في كتابته حرفاً ليس بوحي لزمنا أن نجوز لصحابي آخر نقصاً من الوحي، إذ لا فرق بينهما، وحينئذٍ تنحل عقدة الإسلام بالكلية''(۲۷)

یعنی حضرت ابوبکرؓ نے، صحابہ کرامؓ کے مشورہ اور رضا سے، قرآن کو اسی ہیئت (نبوی) کے مطابق لکھا اور صحابہ میں سے کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ ان کے بعد حضرت عثمان نے بھی صحابہؓ کے ایک جم غفیر اور ان کی رضا کے ساتھ اسی رسمِ قرآنی مذکور کی پیروی فرمائی۔ اس پر کوئی روایت نہیں کہ صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین میں سے کسی نے اس رسم قرآن کو اپنے زمانے میں رائج دیگر طریقہ ہائے کتابت کے ساتھ بدلنے کا خیال کیا ہو۔ چنانچہ ہمیشہ اس رسم پر اجماع قائم رہا جس کی بنیاد پر اس کی مخالفت جائز نہیں کیونکہ اس سے اجماع کی مخالفت لازم آتی ہے۔ (اگر رسم قرآن کو صحابہؓ کا اختراع قرار دیا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ) ہم یہ کہیں کہ کسی صحابی نے قرآن میں ایسا حرف شامل کیا جو وحی سے ثابت نہیں تو اس کا لازمی مطلب ہے کہ کسی دوسرے صحابی نے وحی میں کمی بھی کی، کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ تو اس وقت دینِ اسلام کی اساس ہی مکمل طور پر مشکوک ٹھہرتی ہے۔

لہٰذا صحابہ کرامؓ کی طرف یہ قول منسوب کرنا کہ انہوں نے قرآن مجید میں ناقص رسم کے تحت کتابت کی جیسا کہ ایک مصری متجدد محمد محمد عبداللطیف نے اپنی کتاب ''الفرقان'' (۲۸) میں ایسے ہی اقوال سے اصحاب پیغمبر کے خلاف ہرزہ سرائی کی ہے، سراسر اسلام دشمنی کے مترادف ہے۔ جبکہ علامہ ابن الجزریؒ نے صحابہ کرامؓ کی خدمات کے حوالہ سے امام شافعیؒ کے حسب ذیل الفاظ نقل فرماتے ہیں:

''[هم] أدوا إلينا سنن رسول الله ﷺ و شاهدوه و الوحي نزل عليه فعلموا ما أراد رسول الله ﷺ عاماً و خاصاً و عزماً و إرشاداً و عرفوا من سنه ما عرفنا وجهلنا و هم فوقنا في كل علم و اجتهاد وورع و عقل و أمر استدرك به علم و أستنبط به، و آراؤهم لنا أحمد و أولى بنامن رأينا عند أنفسنا'' (۲۹)

یعنی اصحابِ پیغمبر ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو کما حقہ پہنچایا ہے۔ وہ نزولِ وحی کے عینی شاہد تھے لہٰذا وہ کسی حکم کی عمومیت و خصوصیت وغیرہ کو بہتر جانتے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی ان سنتوں اور طریقوں سے بھی واقف الحال تھے جن سے ہم تعارف نہیں۔ اس کی بنیاد پر علم، اجتہا

خشیت و عقلمندی وغیرہ میں ہم سے بدرجہا بہتر تھے۔ چنانچہ ہماری اپنی رائے کی نسبت، صحابہ کرامؓ کی رائے ہمارے لیے قابلِ ستائش اور بہتر ہے۔

قاری رحیم بخش رسمِ عثمانی کی توقیفیت کے متعلق لکھتے ہیں:

''اگر رسم توقیفی نہ ہو تو لازم ساتھ آئے گا کہ۔۔۔صحابہ کرامؓ نے عدمِ واقفیت کے سبب ان کے بغیر لکھ دیا، خود بھی ان کلمات پر غلط وقف کرتے رہے اور چودہ سو سال سے قراء امت بھی اسے غلط پڑھتے آئے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کا وعدہ کیا ہے جو عام ہے لہٰذا یہ وعدہ ایک ایک حرف کی حفاظت کو شامل ہے۔ اگر صحابہ کرامؓ کی غلطی تسلیم کی جائے تو حفاظتِ قرآن کا خدائی وعدہ صادق نہیں رہے گا'' (۳۰)

بعض کلمات کا مختلف مقامات میں مختلف الرسم ہونا

رسم عثمانی کے توقیفی ہونے کی ایک دلیل اس کے مختلف الفاظ کا مختلف مقامات میں دو طریقوں سے لکھا جاتا ہے۔ نظام الدین نیسابوریؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''و ربما کان من دلائل هذه التوقيفية أن الكلمة من القرآن قد تكتب فى بعض المواضع برسم و فى مواضع أخرى برسم آخر، مع أنها هى هى'' (۳۱)

یعنی رسم عثمانی کے توقیفی ہونے کے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک کلمہ قرآن میں بعض مقامات میں ایک رسم جبکہ وہی کلمہ دوسرے مقامات پر دوسرے رسم سے لکھا گیا ہے حالانکہ کلمہ ایک ہی ہے۔ مثلاً ''بسم'' سورتوں کو آغاز اور دو آیات بسم الله مجريها و مرسها (۳۲) اور وإنه بسم الله الرحمن الرحيم (۳۳) میں الف کے بغیر جبکہ فسبح باسم ربک العظیم (۳۴) اور إقرا باسم ربک (۳۵) میں الف کے ساتھ مرسوم ہے۔ اگر یہ رسم قیاسی ہوتا تو ہر کلمہ ہر جگہ ایک ہی طرح مرسوم ہوتا اس میں اختلاف نہ رکھا جاتا۔ لہٰذا بعض حکم و مصالح کے تحت یہ رسم بعض مقامات میں مختلف رکھا گیا ہے۔

عصر حاضر کے علماء کا فتویٰ

تمہیدی حصہ میں علماء وسلف کے اجماع پر مختلف اقوال نقل کیے جا چکے ہیں۔ انہی کی پیروی میں جدید علامہ ء کی اکثریت رسمِ عثمانی کے توقیفی ہونے کی قائل ہے۔ اس کا مشاہدہ مجمع اللغۃ العربیۃ مصر کے دسمبر 1960ء میں رسمِ مصحف کی توقیفیت کے متعلق منعقدہ بعض مجالس اور سیمینار میں کیے گئے اظہارِ خیال سے لگایا جاسکتا ہے:

''عرض مجمع اللغة العربية فى بعض جلساته لرسم المصحف ، فكان الرأي(الوقوف عند الرسم المعهود، لأن الرسم العادي عرضة للتغيير والتبديل فى كل عصر، فلو أبيح هذا لتعدد رسم المصحف، وكان مظنة لأن يعزى إليه الإختلاف، فحفظ القرآن وصونه يعنى بقاء رسمه على الكتبة الأولى) ''(۳۶)

یعنی رسمِ عثمانی کو توقیفی ماننے ہی میں امت کے اتحاد کے علاوہ کئی مصالح مضمر ہیں کیونکہ دورِ جدید میں ہر رسم اپنی روز افزوں ترقی کے سبب تغیر وتبدل کا محتاج ہے۔ اسی بنیاد پر اگر ہم متعدد رسومِ مصحف کی اجازت دے دیں تو اس کی وجہ سے قرآنی حفاظت وصیانت میں ایک ناقابل یقین مشکل درپیش ہوگی۔ چنانچہ مناسب یہی ہے کہ کتبۂ اولی کے مطابق ہی رسم اختیار کیا جائے۔

حوالہ جات

۱۔ مناع القطان، مباحث فی علوم القرآن، ص ۱۴۷

۲۔ الکردی، طاہر محمد بن عبدالقادر، تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ، ص ۹۸

۳۔ حمودہ، عبدالوہاب، القراءات واللہجات، ص ۱۰۰، مکتبۃ النہضۃ المصریۃ، قاہرہ، ۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۸ء

۴۔ غانم قدوری الحمد، رسم مصحف، ص ۲۰۳ للجنۃ الوطنیۃ للأحتقال، بغداد، عراق، ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء

۵۔ احمد یار، پروفیسر، حافظ، قرآن وسنت چند مباحث (ا) ص ۷۶، شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب لاہور جون ۲۰۰۰ء

۶۔ ابن خلدون، عبدالرحمٰن، مقدمہ ابن خلدون، ۱/ ۴۷۷ ومابعد، دار الکتاب، بیروت، ۱۹۵۶ء

۷۔ الزرقانی، الشیخ محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان، ۱/ ۳۷۳۔ ۳۷۴، دار احیاء الکتب العربیۃ عیسیٰ البابی الحلبی، قاہرہ، ۱۹۴۳ء

۸۔ التھانوی، اظہار احمد، الاستاذ الجلیل (م ۱۴۱۲ھ) ایضاح المقاصد شرح عقیلۃ اتراب القصائد فی علم الرسم، ص ۱۰، قراءات اکیڈمی، لاہور۔ (س۔ن)

۹۔ لبیب السعید، الدکتور، الجمع الصوتی الاول، ص ۲۹۳، دار المعارف القاہرۃ، مصر

۱۰۔ طاش کبریٰ زادہ، احمد بن مصطفیٰ، مفتاح السعادۃ، ۲/ ۲۲۵، دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد

۱۱۔ الجمع الصوتی الاول، ص ۲۹۳، مقدمہ فضل الدرر، ص ۴، المقری اظہار احمد التھانوی، ایضاح المقاصد، ص ۱۱

۱۲۔ التھانوی، اظہار احمد، ایضاح المقاصد، ص ۱۱۔ ۱۲، قراءت اکیڈمی، لاہور، (س۔ن)

۱۳۔ راغب الطباخ، تاریخ افکار وعلوم اسلامی، ۱۲۳، مترجم افتخار بلخی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۶۸ء

۱۴۔ الجمع الصوتی الاول، ص ۲۹۶

۱۵۔ السندی، ابوطاہر عبدالقیوم، صفحات فی علوم القراءات، ص ۱۸۱، المکتبۃ الامدادیہ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۵ھ

۱۶۔ مولانا عاشق میرٹھی، تبریز (ترجمہ) ابریز، ص ۱۱۰۔ ۱۱۱

۱۷۔ نفس المصدر، ص ۱۱۵

۱۸۔ ایضاً، ص ۱۱۶

۱۹۔ علوم القرآن، ص ۵۴۔۔۔۔ توقیف کے بارے میں علامہ ابن الجزری کے الفاظ ہیں کہ ’’وتلقوہ من

النبی ﷺ حرفا حرفا، لم یھملوا منه حرکة ولا سکونا ولا اثباتا ولا حذفاً ، ولا دخل علیھم فی شیئ منه شک ولا وھم ، وکان منھم من حفظ کله و منھم من حفظ اکثرہ، و منھم من حفظ بعضه ، کل ذلک فی زمن النبی ﷺ'' (النشر ،۱/۶)

۲۰۔ السیوطی ،جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر، الدر المنثور ،۱/۱۰

۲۱۔ صفحات فی علوم القراءات،ص ۱۷۷

۲۲۔ الحداد، محمد بن علی بن خلف الحسینی ، ارشادالحیر ان ص ۲۷،مطبعۃ المعاھد بالجمالیۃ ،قاھرہ،۱۳۴۲ھ

۲۳۔ ایضاح المقاصد،ص۱۲۔۔احمد بن المبارک ،ابریز،ص ۱۱۴

۲۴۔ نظام الدین الشاشی ،اصول الشاشی مع احسن الحواشی ،ص ۲۸۔۲۹،مکتبہ امدادیہ ملتان ،س۔ن،
ملاجیون بن ابی سعید بن عبیداللہ الحنفی ،نورالانوار،ص ۱۴۷،ایچ ایم سعید کمپنی ،کراچی،(س۔ن)

۲۵۔ مولانا قاری حبیب الرحمٰن صدیقی ،اصول فقہ،ص ۱۵۵،قرآن محل ،کراچی،(س۔ن)

۲۶۔ تاریخ القرآن وغرائب رسمه وحکمه ،ص۱۱۳۔۱۱۴

۲۷۔ الحداد،محمد بن علی خلف الحسینی ،ارشادالحیر ان الی معرفة ما یجب فی رسم القرآن،مطبعۃ المعاھد بالجمالیۃ ، قاھرہ،۱۳۴۲ھ۔۔۔
ابوطاہر السندیؒ،صفحات فی علوم القراءات،ص ۱۷۷

۲۸۔ محمد محمد عبداللطیف،الفرقان،ص ۴۷،دارالکتب المصریۃ ،قاہرہ،۱۹۴۸ء۔۔بحوالہ غانم،رسم المصحف،ص ۲۱۲

۲۹۔ ابن الجزری ،ابوالخیر محمد بن محمد الدمشقی ،النشر فی القراءات العشر ،۱/۱۷،دارالکتب العلمیۃ ،بیروت ۱۴۱۸ھ

۳۰۔ قاری رحیم بخش،الخط العثمانی فی الرسم القرآنی ،ص ۱۰۱،ادارہ نشرواشاعت اسلامیان ،ملتان،س۔ن

۳۱۔ نظام الدین نیسابوری ،الحسن بن محمد الحسین ،(م ۸۲۸ھ)،غرائب القرآن ورغائب الفرقان،المقدمۃ السابعۃ ،۲/۳۲۔۴۰،مطبعۃ مصطفٰی البابی الحلبی ،قاہرہ،۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء

۳۲۔ ہود/۴۱ ۳۳۔ النمل/۳۰

۳۴۔ الواقعۃ/۹۶۔۔۔الحاقۃ/۵۱ ۳۵۔ العلق/۱

۳۶۔ الجمع الصوتی الاول،ص ۳۰۲